# اِصلاحِ باطن کی اہمیت




شیخ المشائخ عارف باللہ محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ



خانقاہ امدادیہ اشرفیہ : گلشن اقبال کراچی

# اِصلاحِ باطن کی اہمیّت

شیخ المشائخ محی السُّنّہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیم الاُمت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

# ضروری تفصیل

| | |
|---|---|
| وعظ | : اصلاحِ باطن کی اہمیت |
| واعظ | : شیخ المشایخ محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ |
| تاریخِ وعظ | : ۱۲/رجب المرجب ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۹۶ء بروز ہفتہ |
| مقام | : جامع مسجد بھونیشور صوبہ اڑیسہ |
| مرتب | : شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد افضال الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم |
| زیرِ اہتمام | : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی<br>پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080، +92.316.7771051<br>ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com |
| ناشر | : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان |

## قارئین و محبین سے گزارش

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی سے شایع ہونے والی شیخ المشایخ محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتابوں اور مواعظ کی پروف ریڈنگ اور طباعت معیاری ہو۔

الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین فن دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) حکیم محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

# عنوانات



# عرضِ مرتب

## بِاسْمِہٖ تَعَالٰی

## حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا وَّ مُسَلِّمًا، اَمَّا بَعْدُ

مخدوم گرامی محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے ۱۲ رجب المرجب ۱۴۰۷؁ھ مطابق ۱۳ مارچ ۱۹۸۷؁ء بروزِ جمعہ بعد نمازِ جمعہ بھونیشور صوبہ اڑیسہ کی جامع مسجد میں وعظ فرمایا۔ جس میں باطن کی اصلاح اور اس کی اہمیت و ضرورت کی طرف توجہ دلائی۔ ظاہر ہے کہ مادّی وروحانی دونوں ہی اعتبار سے قلب کی ایک اہمیت وخصوصیت ہے کہ جسمانی لحاظ سے اگر وہ صحیح وتوانا رہتا ہے اور اپنا فطری کام کرتا رہتا ہے تو جسم بھی زندہ اور توانا رہتا ہے اور جب یہ بیمار ہو جاتا ہے تو اس کی وجہ سے جسمانی صحت کا نظام بگڑ جاتا ہے اور مختلف قسم کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح قلب اگر روحانی اعتبار سے بیمار ہو اس میں اخلاقِ رذیلہ بھرے ہوں، محبتِ الٰہی وخوفِ خدا کی کمی ہو تو اس کے اثرات اعضائے جسمانی پر پڑتے ہیں کہ اُن سے گناہوں کا صدور ہوتا ہے، اور جب اس میں پاکیزگی اور درستگی ہوتی ہے تو اس کے مفید اثرات اعضائے ظاہرہ پر مرتب ہوتے ہیں اور اچھے اعمال کا صدور ہوتا ہے، تو اس سے واضح ہوا کہ انسان کے نیک وصالح بننے کا دار ومدار قلب کی اِصلاح ودرستگی پر ہے، چناں چہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشہور حدیث میں قلب کی اہمیت اور اس کی خصوصیت کی طرف اشارہ کیا ہے، اس کی تشریح وتوضیح حضرت والا دامت برکاتہم نے فرمائی ہے ہم اس کو حذف واضافہ کے ساتھ مرتب کرکے حضرت والا مدظلہٗ کی نظرِ ثانی واجازت سے پیش کررہے ہیں۔ حق تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور امتِ مسلمہ کو اس سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

والسلام

محمدّ افضال الرحمٰن، اشرف المدارس، ہردوئی

۱۰ رجب المرجب ۱۴۱۱؁ھ

# اصلاحِ باطن کی اہمیت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَ نَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّاٰتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡکَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ مَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا کَثِیۡرًا، اَمَّا بَعۡدُ

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: اَلَا وَاِنَّ فِی الۡجَسَدِ مُضۡغَۃً اِذَا صَلَحَتۡ صَلَحَ الۡجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتۡ فَسَدَ الۡجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الۡقَلۡبُ[1]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسان کے جسم میں ایک مضغہ گوشت ہے اگر وہ ٹھیک رہتا ہے تو سارا بدن ٹھیک رہتا ہے، جب وہ فاسد ہو جاتا ہے تو سارا بدن فاسد ہو جاتا ہے یاد رکھو وہ دل ہے۔

اس وقت جو حدیثِ پاک پڑھی ہے، اسی کے سلسلے میں کچھ باتیں عرض کرنا ہیں اس کے لیے پہلے تمہید کے طور پر ایک بات سمجھنا چاہیے تاکہ حدیثِ پاک میں جو مضمون بیان کیا گیا ہے وہ اچھی طرح واضح ہو جائے۔

## بیماریاں دو قسم کی ہیں

وہ یہ کہ بیماریاں دو قسم کی ہیں: ایک جسمانی اور ایک روحانی۔ جسمانی بیماری میں جس

[1] صحیح البخاری: ۱/۱۳(۵۲)، باب فضل من استبرأ لدینہ، المکتبۃ المظھریۃ

طرح ایک بیماری اصلی اور بنیادی ہوتی ہے اور ایک عارضی، ایک بیماری تو وہ ہے جو پہلے پہل اللہ کے حکم سے پیدا ہوا اس کے بعد پھر اس کی وجہ سے اور بیماریاں شروع ہوں تو جو بیماری پہلے ہوئی وہ اصلی ہے اور اس کی وجہ سے جو دوسری بیماریاں ہوئیں وہ عارضی ہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کے دانے نکلنا شروع ہوں، پہلے چہرے پر پھنسیاں نکلیں، معالج کے پاس گیا اس نے لگانے کے لیے مرہم تجویز کر دیا، دوا پینے کی تجویز کر دی پینے کی دوا ذرا کڑوی ہے اب اس نے مرہم ہی کو استعمال کیا جس سے وقتی طور پر نفع ہوا مگر آٹھ دس دن کے بعد ایک دم بہت سے دانے اور پھنسیاں نکل آئیں جس سے گھبرا کر حکیم صاحب کے پاس گیا۔ حکیم صاحب چوں کہ بے تکلف دوست تھے دیکھتے ہی کہا کہ ارے یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟ اس نے جو بات سچی تھی وہ بتلا دی کہ آپ نے جو مرہم تجویز کیا تھا اس کو تو استعمال کیا لیکن پینے کی دوا استعمال نہیں کی تو اس پر حکیم صاحب نے کہا کہ بھائی اصلی بیماری خون کی خرابی ہے۔ یہ دانے اور پھنسیاں تو عارضی بیماریاں ہیں جو خون کی خرابی سے ہیں۔ مرہم سے تو عارضی فائدہ ہو جاتا ہے، اس لیے جب تک خون ٹھیک نہیں ہو گا اس وقت تک یہ بیماری دور نہیں ہو گی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ علاج عارضی بیماری اور اصلی بیماری دونوں کا ہوتا ہے، عارضی علاج سے بفضلہٖ تعالیٰ عارضی فائدہ ہوتا ہے اور اصلی علاج سے بیماری جڑ سے جاتی رہتی ہے۔ اسی طرح روحانی بیماری جس کو گناہ کہا جاتا ہے وہ بھی دو قسم کی ہیں اصلی بیماری اور عارضی بیماری مثلاً ایک شخص نماز نہیں پڑھتا، زکوٰۃ نہیں نکالتا، حج فرض ہے حج کرنے نہیں جاتا، وضع قطع اپنی شرعی نہیں رکھتا، معاملات کے اندر خرابی ہے، معاشرت کے اندر بگاڑ ہے غرضیکہ اس میں مختلف نوع کی کوتاہیاں اور روحانی بیماریاں ہیں اب اگر جماعت کے لوگ آ گئے ان کے ساتھ رہ کر دو چار وقت کی نماز پڑھ لی جب وہ جماعت گئی تو اس کی نماز بھی گئی، یہ کیا بات ہے؟ وہی پھوڑی پھنسی والا معاملہ کہ مرہم کے استعمال کرنے سے وقتی فائدہ ہو گیا مگر خون کی خرابی جو کہ اصل بیماری ہے وہ تو باقی ہے اس لیے مرہم کے استعمال کا فائدہ ہوا اس کے اثرات زیادہ دنوں تک باقی نہیں رہیں گے اسی طرح یہاں بھی جو اصلی بیماری ہے اللہ کا خوف، اللہ کی محبت جیسی ہونی چاہیے ویسی نہیں ہے وہ تو باقی ہے اس کی وجہ سے یہ ساری کوتاہی اور سستی ہو رہی ہے۔



## بناؤ اور بگاڑ کا سرچشمہ

اسی لیے آج جو حدیثِ پاک پڑھی گئی ہے اس میں اسی بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ[۲]

دیکھو انسان کے جسم کے اندر ایک مضغہ گوشت ہے اگر وہ ٹھیک رہتا ہے تو سارا بدن ٹھیک رہتا ہے اور جب وہ فاسد ہو جاتا ہے تو سارا بدن فاسد ہو جاتا ہے اور یاد رکھو کہ وہ دل ہے۔
تو جسم جو کہ ظاہر ہے اس کی اصلاح و بگاڑ قلب جو کہ باطن ہے اس کے تابع ہے، کیوں کہ قلب انسان کے جسم میں بادشاہ کی طرح ہے، ہاتھ و پیر و دیگر اعضاء یہ اس کی رعایا اور خدّام ہیں، ظاہر ہے کہ رعایا کا طور طریقہ رہن سہن اور طرزِ زندگی اپنے بادشاہ اور حاکم کی طرح ہوتا ہے کہ اگر اس کی زندگی میں تقویٰ اور اخلاص و فکرِ آخرت ہے تو اس کی رعایا میں بھی اس کے اثرات ہوں گے، اور اگر اس کی زندگی گڑبڑ ہے، من مانی اس کا معاملہ ہے، نفس کی خواہشات اور شیطان کی اتباع کرتا ہے تو رعایا میں بھی ویسے ہی اثرات ہوں گے۔ اسی وجہ سے تو کہا گیا کہ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِهِمْ کہ لوگ اپنے بادشاہوں کے طور طریقہ پر ہوتے ہیں۔

## نگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں قلب کی اہمیت

اب جب کہ قلب بادشاہ ہے اور سارے اعضاء اس کے خدّام اور رعایا ہیں تو اس لحاظ سے بدن کے جتنے اعضاء اور قوتیں ہیں ان تمام کا نظام قلب کے ماتحت ہے اور اسی پر اس کا دار و مدار ہے کہ اگر وہ اپنا کام صحیح طریقے سے انجام دے گا تو اس کی وجہ سے سارے بدن کا معاملہ ٹھیک ہو گا اور اگر وہ بھی اپنا کام کرنا چھوڑ دے پھر تو سارا معاملہ خراب ہو جائے گا اور جسم کا سارا نظام ہی بگڑ جائے گا تو اس سے واضح ہوا کہ قلب کی اصلاح و درستگی اہم اور ضروری

---

۲ صحیح البخاری: ۱/۱۳(۵۲)، باب فضل من استبرأ لدینه، المکتبة المظهریة

ہے۔ چناں چہ خود سرورِ عَالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ دُعا مانگا کرتے تھے:

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ [۳]

اے دلوں کو بدلنے والے! میرے دل کو دین پر قائم رکھ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثبات اور استقامت کے لیے دعا کرنے کے ساتھ ساتھ ایسے دل سے پناہ مانگی ہے جس میں خشوع نہ ہو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ قَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ [۴]

اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں ایسے دل سے جس میں خشوع نہ ہو۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ نَقِّ قَلْبِیْ كَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ [۵]

اے اللہ! میرے دل کو پاک وصاف کر دیجیے جیسا کہ سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے۔

سرورِ عَالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا مانگنا ہمارے لیے ہدایت ورہبری تھی ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس نعمتِ خاصّہ سے نوازر کھا تھا۔

## قرآنی تعلیم

اب ذرا سوچیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کتنی اعلیٰ اور ارفع ہے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کو کئی مرتبہ شقِ صدر کے ذریعے صاف ستھرا کیا گیا ان ساری باتوں کے باوجود جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاملہ ہے اور دل کے سلسلے میں یہ اہتمام ہے تو اُمت کو اپنے دل کی اصلاح ودرستگی کے سلسلے میں کتنا زیادہ اہتمام وتوجہ اور فکر چاہیے وہ بالکل ظاہر ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآنِ پاک میں اس کی تعلیم

۳ جامع الترمذی: ۳۶/۲، باب ما جاء ان القلوب بین اصبعی الرحمٰن، ایچ ایم سعید

۴ جامع الترمذی: ۱۸۶/۲، باب من ابواب جامع الدعوات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ایچ ایم سعید

۵ صحیح البخاری: ۹۴۲/۲ (۶۴۰۲)، باب التعوذ من المأثم والمغرم، المکتبۃ المظہریۃ

دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کی دعا کرنا چاہیے:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۸﴾[۶]

اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں کو کج نہ کیجیے بعد اس کے کہ آپ ہم کو (حق کی طرف) ہدایت کرچکے ہیں اور ہم کو اپنے پاس سے رحمتِ خاصّہ عطا فرمائیے، بلاشبہ آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔

## اصلاحِ باطن کی اہمیت

تو اس سے اصلاحِ باطن کی اہمیت اور ضرورت واضح ہوگئی۔ چناں چہ جو حدیث پڑھی گئی ہے اس کے سلسلے میں حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

فِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ التَّاکِیْدُ عَلَی السَّعْیِ فِیْ صَلَاحِ الْقَلْبِ[۷]

اس حدیث میں تاکید ہے اصلاحِ قلب کے لیے کوشش کرنے پر۔

حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَاَهَمُّ الْاُمُوْرِ مُرَاعَاتُهٗ[۸]

اہم اُمور میں سے ہے قلب کی اصلاح و نگرانی۔

انسان کے جسم میں جتنے بھی اعضاء ہیں ان میں قلب کو یہ اہمیت اس بنا پر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت و معرفت، خوف و خشیت کا محل ہے، انوارِ تجلیاتِ علوم و معارف کا اس میں اِلقا ہوتا ہے۔ چناں چہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

هِیَ مَهْبِطُ الْاَنْوَارِ الْاِلٰهِیَّةِ وَبِهَا یَکُوْنُ الْاِنْسَانُ اِنْسَانًا وَبِهَا یَسْتَعِدُّ لِاِمْتِثَالِ الْاَوَامِرِ وَالنَّوَاهِیْ وَبِهَا صَلَاحُ الْبَدَنِ وَفَسَدُهٗ[۹]

---

۶ اٰل عمرٰن:۸

۷ شرح النووی:۲۹/۱۱،باب اخذ الحلال وترك الشبهات،المطبعة المصرية بالازهر

۸ مرقاة المفاتيح:۱۸۹۳/۵،باب الكسب وطلب الحلال،دار الفكر

۹ مرقاة المفاتيح:۱۸۹۳/۵،باب الكسب وطلب الحلال،دار الفكر



دل انوارِ الٰہیہ کامہبط ہے اور اسی کی وجہ سے انسان، انسان ہو جاتا ہے اور اسی سے اوامر ونواہی کی تعمیل کی استعداد پیدا ہوتی ہے اور اسی سے بدن کی درستگی اور خرابی ہوتی ہے۔

## انسان دو وجہوں سے کام کرتا ہے

اصل چیز یہ ہے کہ دل میں اللہ کی محبت اور اس کا خوف پیدا ہو جائے تو پھر سارا معاملہ ٹھیک ہو جائے گا، کیوں کہ انسان جو کام کرتا ہے وہ دو وجہوں سے کرتا ہے یا تو خوف اور ڈر کی وجہ سے کرتا ہے کہ اگر یہ کام نہیں کریں گے تو یہ نقصان ہو جائے گا، یا فلاں ضرر پہنچ جائے گا یا تو پھر آدمی کام کرتا ہے شوق ورغبت کی وجہ سے کہ اگر یہ کام کریں گے تو یہ انعام ملے گا یا یہ اعزاز ہو گا، تو کام کرنے کی یہی دو وجہیں ہوتی ہیں ایک خوف دوسرا شوق، اس لیے دینی اعمال کے لیے دل میں یہ دونوں باتیں پیدا ہونا چاہئیں، ایک اللہ کا خوف، دوسرے اللہ کی محبت، اگر اللہ کی محبت پیدا ہو جائے تو مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جاتا ہے اسی طرح اللہ کا خوف جتنا ہونا چاہیے اگر اتنا ہو جائے تو یہ سخت سے سخت کام کو آسان کر دیتا ہے۔

## از محبت تلخہا شیریں بود

پہلے اللہ کی محبت کی باتیں سنو تاکہ اس کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نوّراللہ مرقدہٗ ایک مرتبہ تھانہ بھون ایک کام سے حاضر ہوئے وہاں ایک بزرگ حضرت مولانا شیخ محمّد صاحب تھانوی تھے تو یہ ارادہ کیا کہ ان سے جاکر ایک علمی مسئلہ پر بحث کریں گے، چناں چہ جب حاضر ہوئے تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کہاں جارہے ہو؟ تو جو بات تھی صاف عرض کر دی کہ ان سے ملنا ہے اور فلاں مسئلہ پر بات کرنا ہے۔ اس پر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بزرگوں سے بلاضرورت علمی تحقیقات میں اُلجھتے نہیں، کیا ضرورت ہے تم کو بحث کرنے کی، تو اس پر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بہت اچھا، اس کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! جی چاہتا ہے کہ میں توبہ کرلوں آپ کے ہاتھ پر، لیکن مجھ سے تہجد نہیں پڑھی جائے گی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کون قید لگارہا ہے؟ اسی کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ہاں بھائی کچھ اللہ کا ذکر بتادوں گا اس کو کرلینا،



چناں چہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر توبہ کی، پھر رات ہی کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان ہوئے، خانقاہ میں ایک طرف چارپائی بچھادی گئی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی چارپائی کے کچھ فاصلے پر، رات کو تہجد کاوقت ہواتو آنکھ کھل گئی دیکھا کہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بعد استراحت تہجد کی تیاری کررہے ہیں، سوچاکہ آج میں بھی پڑھوں، نہ پڑھنے کی شرط یاقید نہیں لگائی تھی، میں نے تو اس دن تہجد کی نماز پڑھی اس کے بعد جو ذکر بتایا گیا تھاوہ ذکر کیا، صبح کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ماشاء اللہ آپ نے خوب ذکر کیا، اب دوسرے دن بھی مہمان ہوئے اسی طرح لیٹے آنکھ کھل گئی پھر تہجد پڑھی اور ذکر کیا، بس اب کیا تھا پہلی ہی رات سے تہجد پڑھنی شروع کردی۔ کہاں تو پہلے یہ کہہ رہے تھے کہ مجھ سے تہجد کی نماز پڑھی نہیں جائے گی اور کہاں یہ معاملہ ہوگیا کہ ایسی پابندی ہوگئی کہ اس دن سے جو تہجد شروع ہواتو عمر بھر اس کا پڑھنا نہیں چھوٹا۔ بات کیاہے؟ صرف یہ کہ پہلے جیسی اللہ کی محبت چاہیے تھی ویسی نہیں تھی اس لیے تہجد کا پڑھنا دشوار ہورہاتھااور جب محبت اندر آگئی توجو کام مشکل معلوم ہورہاتھاوہ آسان ہوگیا۔ بعضی بعضی گولیاں اتنی زود اثر اور مقوی ہوتی ہیں کہ گلے سے اُترتے ہی فائدہ کرتی ہیں۔ اللہ کا ذکر ایک دن جو ہواتو اس کا فائدہ ہوا، اثر ہوا، اللہ سے محبت کا سلسلہ شروع ہوگیااور وہ بڑھتارہاجس کی وجہ سے سارے کام آسان ہوناشروع ہوگئے۔ تواس سے معلوم ہواکہ اللہ کی محبت کتنی بڑی چیز ہے۔

## دل کی آنکھیں روشن ہونے کا فائدہ

اسی طرح اللہ کے خوف کا معاملہ ہے کہ جب تک یہ انسان میں پیدا نہیں ہوتا اس وقت تک گناہوں کا چھوڑنا اور منکرات سے بچنا مشکل ہوتاہے۔ میں کہا کرتاہوں کہ خوف کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص بہت رئیس ہے ماشاء اللہ! اور گھر میں ہر قسم کا انتظام ہے، مان لیجیے اس کی بیوی اور بچّے اپنی رشتہ داری میں دوتین مہینے کے لیے چلے گئے اُدھر ان کی آنکھوں میں ماڑاہوگیا، جو کام کرنے والے خادم ہیں وہ ڈھیلے ڈھالے لوگ ہیں جس کی وجہ سے گھر میں صفائی وستھرائی نہیں کرتے کمرے گندے ہورہے ہیں ان میں گردوغبار بھررہی ہے ایک دومرتبہ ایسا ہواکہ جو سالن پکایاگیااس میں مکھی گرگئی ظاہر ہے کہ ان کو نظر توآتانہیں جیساملِ گیاکھاتے پیتے رہے، مکان کی کیاحالت ہورہی ہے؟ سالن وغیرہ میں کیاپڑاہے؟ بیچارے کوپتانہیں چلتا، احساس



نہیں ہوتا، اتفاق سے ان کے کوئی دوست ملاقات کے لیے آئے اور اپنے ہمراہ لے جاکر ماہر معالج چشم یعنی آنکھ کے ماہر معالج سے آپریشن کرایا اس کے بعد گھر لے آئے یا اپنے ساتھ سُرمہ لائے اس کے استعمال کرنے سے ان کا ماڑاکٹ گیا آنکھوں میں روشنی آگئی تو اب کیا ہو گا! کیا ویسا ہی معاملہ ہو گا؟ مکان میں گندگی کوڑا کرکٹ جالا وغیرہ لگا رہنے دے گا؟ جس سالن میں مکھی گر گئی اس کو ایسے ہی استعمال کرنا گوارا کرے گا؟ نہیں! بلکہ کام کرنے والے جو نوکر ہیں ان پر ڈانٹ پڑے گی، تمام چیزوں کی صفائی ستھرائی شروع ہو جائے گی اور سلیقے سے سامان رکھا جائے گا۔ یہ فرق کیوں ہوا؟ بات صرف یہ ہے کہ جب آنکھوں میں روشنی نہیں تو نابینا آدمی کے سامنے سالن میں مکھیاں ڈال کر دے دو تو بے چارہ کھالے گا اس کو پتا بھی نہیں چلے گا، اور جب آنکھوں میں روشنی آجائے تو پھر وہ ایسی حالت میں اس کو کیسے استعمال کر سکتا ہے!

## بغیر توبہ کیے چین نہیں ہوتا

اسی طرح جب تک دل میں اللہ کا خوف پیدا نہیں ہوتا اس وقت تک گناہوں کی بو محسوس نہیں ہوتی، لیکن جب دل کی آنکھوں میں نور آجاتا ہے اللہ کا خوف پیدا ہو جاتا ہے تو نافرمانی کی گندگی محسوس ہونے لگتی ہے، معصیت اور منکرات کی قباحت محسوس ہونے لگتی ہے۔ جب بینا آدمی مکھی کا کھانا گوارا نہیں کرتا ہے تو جس شخص کی دل کی آنکھیں روشن ہو گئی ہوں وہ دین کے اعتبار سے جو مکھی ہیں ان کو کیسے گوارا کر سکتا ہے؟ دل میں اللہ کا خوف پیدا ہو تو دل میں نور پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس کے بعد بے اُصولی سے بچنا آسان ہو جاتا ہے اور بشری تقاضے کی وجہ سے ہو جائے تو بغیر اس کی معافی و تلافی کیے چین و اطمینان نہیں ہوتا۔

## رشوت سے توبہ کا طریقہ

اس قسم کے بیسیوں واقعات ہیں۔ خود ہمارے یہاں اشرف المدارس میں ایک سرکاری عہدہ دار صاحب تشریف لائے، وہ بھی ہزار میل سے زیادہ فاصلے سے آئے، ایک ہفتہ ٹھہرے، ہمارے یہاں مدرسے میں عصر کی نماز کے بعد مسجد میں مختصر معمولات پانچ سات

منٹ کے ہوتے ہیں جزاء الاعمال سنائی جاتی ہے اس میں گناہوں کے نقصانات کا جو بیان ہے اس کو سنایا جارہا تھا تو رشوت کے سلسلے میں کچھ باتیں ان کے کانوں میں پڑیں، مجبوری کے احکامات تو علیحدہ ہیں شریعت نے مجبوری کے وقت آسانی کا خیال رکھا ہے سہولت اور گنجایش کی صورتیں رکھی ہیں جس کو معلوم کرنا چاہیے، کیوں صاحب! آپ ناشتہ دان لیے جارہے ہیں اس میں روٹی بوٹی بھی ہیں ایک کٹکھنا کتا پیچھے لگ گیا آپ کے ساتھ، اب اندیشہ ہے کہ بوٹی روٹی نہیں دیتے تو پیر کی بوٹی نوچ لے گا تو ایسے موقع پر کیا کریں گے؟ ظاہر ہے ایسے موقع پر اس سے بچنے کے لیے تھوڑی روٹی بوٹی دے دیں گے، اس لیے شریعت نے اجازت دے رکھی ہے کہ اگر رشوت نہیں دیتا تو نقصان پہنچ جانے کا قوی اندیشہ ہے تو بھئی اب دے دو، اسے نقصان سے بچنے کے لیے اجازت دی گئی ہے کہ ایسی صورت میں دینے والے کو گناہ نہیں لیکن لینے والے کو ہر حال میں گناہ ہے اس کے لیے حلال نہیں ہے، تو یہ باتیں اُن کے کان میں پڑیں جس سے انہوں نے ارادہ کرلیا کہ اب نہیں لوں گا، ساتھ ہی اس کی اصلاح کا طریقہ بھی پوچھا تھا، میں نے کہا توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ جن کا مال لیا ہے اس کو واپس کرو۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کی کیا ضرورت ہے؟ بس چوری کرلی ڈکیتی ڈال دی، حرام مال لے لیا اور پھر توبہ کرلی، سمجھتے ہیں کہ توبہ قبول ہوگئی، نہیں نہیں! جو حرام کھایا ہے، جو زہر کھایا ہے جب تک اس کو اگلوگے نہیں اس وقت تک کافی نہیں ہوگا، اس کی صورت یہی ہے کہ جس سے مال یا سامان لیا ہے اس کو واپس کرو، رشوت جس سے لی ہے وہ ملتا نہیں اور ان کے ورثہ کا بھی علم نہیں ہے تو اس کی طرف سے خیرات کردو اس کو اپنے پاس مت رکھو، مختصر یہ کہ اپنے وطن جاکر انہوں نے جو خط روانہ کیا اس میں لکھا کہ میں نے جو حساب لگایا ہے تو معلوم ہوا کہ اب تک ایک لاکھ روپیہ رشوت لے چکا ہوں، میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ اس کو واپس کروں گا، دُعا کیجیے، اور یہ بھی لکھا کہ میں نے تجویز کیا ہے کہ اپنے ایک جاننے والے کے ذریعے سے یہ رقم واپس کروں گا تاکہ لوگ لحاظِ مروّت میں لینے سے انکار نہ کردیں، اس کے بعد ان کا دوسرا خط آیا اس میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی میں نے تیس ہزار روپیہ دے کر ایک صاحب کو بھیجا سب کا پتا لکھ کر کہ جاؤ سب کی رقم واپس کرو تو کچھ لوگوں نے لے لیا اور اکثر نے کہا کہ ہم ان کو معاف کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ اکثر لوگوں کے معافی نامہ اور معافی کی رقم واپس آگئی اور لکھا ہے کہ اب دوسری قسط روانہ کرنے والا ہوں۔



# خوفِ خدا کے مفید نتائج

تو بھائی بات کیا ہے؟ جس وقت بھی انسان کے دل میں خوف پیدا ہو جائے اسی وقت گناہوں کا احساس اور اس سے توبہ کی فکر ہو جاتی ہے۔ خود حدیثِ پاک میں واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ ایک شخص سے بے اُصولی ہوئی تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتے ہیں کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ طَھِّرْنِیْ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے پاک فرما دیجیے! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بطورِ ترحم فرماتے ہیں:

وَیْحَکَ اِرْجِعْ فَاسْتَغْفِرِ اللّٰہَ وَتُبْ اِلَیْہِ

تجھ پر افسوس ہے! واپس جاؤ، اللہ سے معافی چاہو اور توبہ کرو۔

چناں چہ ارشاد گرامی کے مطابق وہ واپس آ گئے، پھر دوبارہ خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور وہی بات کہی، اس پر ان کو وہی جواب ملا جو پہلے مل چکا تھا، اسی طرح وہ پھر تیسری مرتبہ حاضر ہوئے اور وہی معاملہ پیش آیا۔ پھر چوتھی مرتبہ اسی کام کے لیے حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا:

فِیْمَ اُطَھِّرُکَ؟

کس گناہ سے پاک کروں؟

تو انہوں نے کہا: زنا سے۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق تحقیق فرمائی لوگوں سے کہ أَبِہٖ جُنُوْنٌ کیا یہ مجنون ہے؟ اطلاع دی گئی کہ اِنَّہٗ لَیْسَ بِمَجْنُوْنٍ کہ یہ مجنون نہیں ہے۔ پھر دریافت فرمایا أَشَرِبَ خَمْرًا کیا شراب پی ہے؟ (کہ اس کے نشے میں اس طرح کی بات کر رہے ہیں۔) اس پر ایک صحابی رضی اللہ علیہ عنہ کھڑے ہوئے اور ان کا منہ سونگھا تو معلوم ہوا کہ شراب بھی نہیں پی ہے۔ جب ان اُمور کی تحقیق ہو گئی تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ دریافت کیا کہ أَزَنَیْتَ کیا تم نے زنا کیا ہے؟ اس کے بعد شریعت نے اس جرم کی جو سزا مقرر کی ہے اس کے جاری کرنے کا حکم فرمایا اور ان کو سزا دی گئی۔[1]

---

[1] صحیح مسلم: ۲/۶۷، باب من اعترف علیٰ نفسہ بالزنیٰ، ایچ ایم سعید

وہ صاحب جانتے تھے کہ اس کی سزا پتھروں سے مارمار کر ہلاک کرنا ہے اس کے باوجود اس کے لیے تیار ہیں۔ ذلت ورسوائی کے لیے تیار ہیں لوگوں کے سامنے، اور خود اپنے آپ کو اس کے لیے پیش کررہے ہیں مگر اس گناہ پر برقرار رہنے کے لیے تیار نہیں ہیں، اس کی جو سزا ہے اس کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ یہ کیا چیز ہے؟ بس وہی اللہ کا خوف ہے۔

## کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر

بعضے لوگ اس قسم کے واقعات کی وجہ سے کہہ دیتے ہیں کہ میاں ہم میں اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں کیا فرق ہے۔ ارے صاحب! صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے غلطی ہوئی، اگر ہم سے بھی ہوگئی تو کیا ہوا۔ اپنے کو قیاس کرتے ہیں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ (اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس سے) ارے صحابہ رضی اللہ عنہم کا معاملہ یہ ہے کہ اگر ان سے کوئی غلطی ہو بھی گئی تو پھر کیا تلافی کی؟ انہوں نے جان کی بازی لگادی۔ جان بھی قربان کردی۔ اوروں کا کیا معاملہ ہے، غلطیاں ہوتی رہتی ہیں کچھ پروا بھی نہیں کرتے، دونوں کی حالتوں میں کتنا فرق ہے! پھر اپنے آپ کو ان پر کیسے قیاس کرتے ہو کیا حال ہے؟ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے عجیب انداز سے اس مسئلے کو حل کیا ہے فرماتے ہیں ؎

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر

بڑے اور پاکیزہ لوگوں کے معاملات کو اپنے اوپر قیاس مت کرو۔

ان کا معاملہ بالکل علیحدہ ہے۔ ان کی شان اعلیٰ وارفع ہے۔ آگے فرماتے ہیں ؎

گرچہ ماند در نوشتن شیر و شِیر

کہ اگرچہ لکھنے میں شیر وشِیر دونوں کا رسم الخط ایک ہے دونوں کے الفاظ ایک ہیں دونوں کے تین حروف ہیں لیکن اس ظاہری مشابہت کے باوجود نمایاں فرق ہے دونوں کی حقیقت میں، شیر جانوروں کا بادشاہ ہے پھاڑ کھانے والا جانور ہے اور شِیر کہتے ہیں دودھ کو جو کہ انسان کی غذا ہے اور اس کو کھایا جاتا ہے، تو جس طرح یہ دونوں لفظ صورت کے اعتبار سے ایک ہیں مگر حقیقت کے اعتبار سے مختلف ہیں ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کرسکتے ہیں پھر حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم



جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی ان کی شان اور مرتبہ کا کیا پوچھنا! ہم اپنے آپ کو ان پر کیسے قیاس کرسکتے ہیں؟ اسی لیے اہلِ سنّت والجماعت کا عقیدہ ہے:

مِنْ اُصُوْلِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ سَلَامَتُهُ قُلُوْبُهُمْ وَاَلْسِنَتُهُمْ لِاَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا وَصَفَهُمُ اللهُ تَعَالٰى فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ [۱۱]

اہلِ سنّت والجماعت کے اُصولِ عقائد میں داخل ہے کہ وہ اپنے دلوں کو اور زبانوں کو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے معاملے میں محفوظ رکھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے جو ان کے بعد آئے وہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجیے، اے ہمارے رب! آپ بڑے شفیق ورحیم ہیں۔

## عمل کے لیے دو باتوں کی ضرورت ہے

میرے عزیز دوستو! بات یہ عرض کررہا تھا کہ اللہ کا خوف اور اس کی محبت یہ بڑی چیز ہے، انسان میں اگر تقویٰ پیدا ہوجائے تو پھر گناہوں سے بچنا اس کے لیے آسان ہوجاتا ہے، برسوں سے جن گناہوں کی عادت ہوتی ہے وہ بھی آسانی سے چھوٹ جاتے ہیں، ایک ہے علم اور ایک ہے اس پر عمل، یہ دونوں باتیں الگ الگ ہیں، بعض مرتبہ ایک چیز کا علم ہوتا ہے مگر اس کے موافق عمل نہیں ہوتا، کیا بات ہے؟ وہی اللہ کی محبت کی کمی ہے۔ ایک شخص ہے اسے مرغوب ومحبوب چیز نظر آرہی ہے مگر اس کو لینے کے لیے وہاں جاتا نہیں، کیا بات ہے؟ اس میں طاقت نہیں، جس کی وجہ سے جا نہیں سکتا۔ عمل کے لیے جہاں روشنی کی ضرورت ہے وہیں بدنی طاقت کی بھی ضرورت ہے مثلاً ایک شخص ہے اس کے پاس روشنی تو ہے لیکن بدن میں طاقت نہیں ہے تو بے چارہ مسجد میں نہیں جاپائے گا۔ اسی طرح طاقت تو ہے مگر روشنی نہیں ہے تو بھی نہیں

[۱۱] شرح العقائد لشیخ الاسلام ابن تیمیۃ: ۱/۷۷، دار ابن الجوزی الدمام

جاپائے گا اس لیے کہ راستہ تو اس کو نظر نہیں آئے گا۔ اس کی مثال ایک کار ہے کہ اس کے چلنے کے لیے جہاں روشنی کی ضرورت ہے وہاں پیٹرول کی بھی ضرورت ہے، روشنی سے تو فائدہ یہ ہوگا کہ راستہ صاف نظر آئے گا اور پیٹرول کا فائدہ یہ ہوگا کہ روشنی سے جو راستہ نظر آیا ہے اس پر گاڑی چلے گی، لیکن تھوڑا پیٹرول ہے تو گاڑی اسٹارٹ تو ہو جائے گی مگر تھوڑی دور چل کر گاڑی رک جائے گی اور بعض دفعہ اسٹارٹ بھی نہیں ہوگی کیوں کہ جتنا پیٹرول ہونا چاہیے اتنا نہیں ہے پیٹرول تھوڑا ہے جس کی وجہ سے انجن تک پہنچتا ہی نہیں تو کیسے اسٹارٹ ہو کر چلے؟ بعینہٖ اسی طرح دین پر عمل کرنے کے لیے علمِ دین کی ضرورت ہے تاکہ اس کی روشنی میں راستہ صاف ہو جائے پھر اس کے ساتھ اللہ کی محبت کا پیٹرول بھی ضروری ہے تاکہ جو سیدھا راستہ علمِ دین کی روشنی میں نظر آیا ہے اس کے موافق معاملہ ہو اور عمل ہو، بغیر اس کے عمل کرنا دشوار ہوتا ہے۔ وہی کار والی بات ہے بغیر پیٹرول کے نہیں چلتی۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی محبت کا پیٹرول جب تک نہیں ہوگا تو پھر عمل کی طرف قدم نہ اُٹھے گا۔

## محبتِ الٰہی سے انسان کیسا ہو جاتا ہے

ایک واقعہ سنادوں تاکہ اندازہ ہو جائے کہ جب انسان میں یہ بات پیدا ہو جاتی ہے تو انسان کی حالت کیا سے کیا ہو جاتی ہے اور کیسی تبدیلی ہو جاتی ہے۔ ایک ہمارے دوست ہیں ماشاء اللہ صالح اور نیک ابتدائی دور سے تھے انہوں نے خود اپنا واقعہ سنایا کہ ہم نے قدوری جو کہ مسائل کی کتاب ہے اس میں پڑھا کہ دیہات میں (چھوٹے گاؤں میں) جمعہ جائز نہیں یہ مسئلہ معلوم ہو گیا لیکن جب رمضان شریف میں گھر گئے تو گاؤں میں جمعہ پڑھایا اور یہ مسئلہ قدوری میں پڑھا پھر کنز الدقائق میں پڑھا پھر اس کے بعد شرح وقایہ اور ہدایہ اس کے بعد مشکوٰۃ شریف دورہ حدیث میں سات سال تک مسئلہ پڑھتے رہے سنتے رہے اور ساتھ میں یہ کہ اس مدرسہ میں مناظرہ کی بھی مشق ہوتی تھی اس میں شریک ہوتے تھے اور اس پر بھی مناظرہ کی مشق ہوئی تھی کہ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے ان ساری باتوں کے باوجود جب گھر جاتے تو اپنی بستی اور گاؤں میں جمعہ پڑھاتے، جب تعلیم کا آٹھواں سال ہو گیا فارغ ہو گئے تو بعض بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں آنا جانا رہا تو ایک مرتبہ جب گھر جانے کا زمانہ قریب آیا بیٹھے



تھے تو دل میں آیا کہ اپنے گاؤں میں جمعہ تو جائز نہیں اور تم پڑھاتے ہو، اب دل بولتا ہے کہ آٹھ نو برس سے علم اور عمل اس کے خلاف ہو رہا ہے تو اب کیا کرنا چاہیے؟ چناں چہ جب وہ چھٹی میں گھر پہنچے اور جمعہ کا دن آیا تو گاؤں میں جمعہ نہیں پڑھا۔ جس جگہ جمعہ ہوتا تھا وہ جگہ ان کے یہاں سے آٹھ میل کے فاصلے پر تھی وہاں چلے گئے حالاں کہ گرمی کا موسم تھا۔ اس کے لیے کبھی تو ایسا کرتے کہ جمعہ کے دن چلے جاتے اور کبھی ایک دن پہلے جمعرات ہی کو چلے گئے تاکہ نہ جمعہ کو گاؤں ہوں گے نہ گاؤں والے کہیں گے نہ پڑھنے کی نوبت آئے گی تو یہ تدبیر انہوں نے اختیار کی۔ اور یہ سلسلہ چلتا رہا ادھر گاؤں والوں نے بھی التفات نہیں کیا یہ سلسلہ چلتا رہا، جب عید کا دن آیا تو فجر سے پہلے ہی نکل کر چلے گئے اس لیے کہ جہاں جمعہ جائز نہیں وہاں عید کی نماز بھی جائز نہیں، اب گاؤں والوں کو بھی فکر ہوئی، آپس میں ایک دوسرے سے پوچھنا شروع کیا کہ مولانا صاحب کہاں ہیں؟ تو کسی نے کہا کہ مولانا نہیں ہے، بہر حال آخر میں یہی ہوا چھوڑو کہیں چلے گئے ہیں، ایک سال تو اسی طرح معاملہ رہا لیکن جب دوسرے سال گھر چھٹیوں میں پہنچے تو وہی معمول چلتا رہا، خیر کوئی بات نہیں ہوئی لوگوں کو ابھی اس طرف کوئی خاص توجہ نہیں ہوئی اب جب عید کا دن آیا تو گاؤں والوں نے مشورہ کیا اور تہجد سے پہلے ہی راستے میں چاروں طرف کھڑے ہو گئے، جب مولانا صاحب نکل کر چلنے لگے تو پکڑ لیا، کہنے لگے کہاں چلے مولانا! آپ عید کے دن یہاں رہتے اور کچھ باتیں سناتے، تو مولانا نے کہا کہ یہاں نماز جائز نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ اتنے دن سے پڑھاتے رہے، کہا: غلطی ہوئی اللہ معاف کرے گا۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ بھائی یہ کیا بات ہوئی، کہاں تو آپ اس طرح کرتے رہے یعنی جمعہ عید کی نماز پڑھاتے رہے اور اب یہ کہہ رہے ہیں کہ جائز نہیں غلطی ہوئی، مولانا نے یہ جواب دیا کہ پہلے یہ خیال کرتے تھے کہ اگر جمعہ نہیں پڑھائیں گے، عید کی نماز نہیں پڑھائیں گے تو گاؤں کے لوگ خفا ہو جائیں گے ملنا جلنا چھوڑ دیں گے یا کچھ کہیں گے جس کی وجہ سے ہمت نہیں ہوتی تھی لیکن جب اللہ نے دل میں قوت دی تو اب گاؤں والے چاہے ماریں پیٹیں، گاؤں سے نکال دیں، حق بات نہیں چھوڑیں گے۔ تو آدمی حق کو کس لیے چھوڑتا ہے؟ کہیں تو اپنی کمزوری کی بنا پر، کہیں اپنی دنیوی منفعت کی بنا پر۔ پھر اس ہمت کا کیا نتیجہ ہوا تھوڑے دنوں میں اللہ نے جب عمل کی توفیق دی تو ایک بہت بڑے بزرگ کے خلیفہ ہو گئے اب ماشاء اللہ ان کا بڑا فیض جاری ہے۔



## مد نظر تو مرضئ جانانہ چاہیے

صاحب! موصوف میں علم کی تو روشنی تھی مگر اندر قوت نہیں تھی اس لیے عمل نہیں ہو پارہا تھا، تو علم الگ چیز ہے عمل الگ چیز ہے، اس لیے اصل بات وہی ہے کہ قلب میں قوت پیدا ہو جائے، جب قلب میں قوت پیدا ہو جاتی ہے تو مخلوق کا خوف مخلوق کا رعب دل سے نکل جاتا ہے، پھر اسے پروا نہیں رہتی۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں اس کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیے
مد نظر تو مرضئ جانا نہ چاہیے

اب اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

## دل کی اصلاح کیسے ہو؟

اب سوال یہ ہے کہ دل کی اصلاح کیسے ہو؟ اور اللہ کی محبت کیسے پیدا ہو؟ تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ صادقین ہیں ان ہی کو کاملین صالحین کہتے ہیں ان ہی کو متقین کہتے ہیں ان کی صحبت میں رہو، ان سے ربط و تعلق پیدا کرو، جس طرح جسمانی امراض کے علاج کے لیے ڈاکٹر ہوتے ہیں ان سے علاج کرایا جاتا ہے کہ ان سے اپنا حال بتلاتے ہیں پھر وہ نسخہ یا دوا تجویز کرتے ہیں اس کو استعمال کرتے ہیں، اسی کے ساتھ جو پرہیز بتلاتے ہیں اس سے احتیاط کی جاتی ہے تو اس کے موافق معاملہ کرنے سے رفتہ رفتہ پُرانے سے پُرانا مرض بھی دور ہو جاتا ہے اور انسان صحت مند ہو جاتا ہے، اسی طرح یہ حضرات بھی روحانی امراض کے معالج و ڈاکٹر ہیں ان سے بھی اپنی بیماریوں کو بتلایا جائے پھر اس کے لیے جو تجویز کریں علاج اور جو پرہیز بتلائیں اس کے موافق معاملہ کرنے اور ان کی بتلائی ہوئی ہدایات پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ نفع ہو گا، اور دل کی اصلاح ہو گی۔



## تقویٰ کی دولت عارفین سے ملتی ہے

دیکھیے ہر چیز کے ملنے کی ایک جگہ ہوتی ہے اور اس کا ایک محل ہوتا ہے کہ وہ چیز وہیں ملے گی دوسری جگہ نہیں ملے گی مثلاً سونا چاندی ہے یہ کتنی قیمتی چیز ہے سونا کہاں ملے گا۔ ظاہر ہے اس کی جو کان ہے وہاں ملے گا۔ اس کی جو دوکان ہے وہاں ملے گا، اسی طرح اللہ کی محبت و معرفت کہاں ملے گی۔ اس کا مرکز اور محل کہاں ہے یہی اہل اللہ اور عارفین ہیں۔ چناں چہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **لِكُلِّ شَيْءٍ مَعْدِنٌ وَمَعْدِنُ التَّقْوٰى قُلُوْبُ الْعَارِفِيْنَ** [۱۲] ہر شے کی ایک کان ہوتی ہے اور تقویٰ کی کان عارفین کے قلوب ہیں۔

اب ظاہر ہے کہ جب اہل اللہ اور عارفین کے قلوب تقویٰ کی کان ہیں تو حق تعالیٰ کی محبت اور معرفت حاصل کرنے کا مؤثر طریقہ اہل اللہ کی محبت اور ان کی صحبت ہے، اسی مضمون کو قرآنِ پاک میں بھی بیان کیا گیا ہے:

**يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾** [۱۳]

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

تو صادقین کی صحبت میں رہو، اہلِ محبت سے تعلق رکھو، اُن کے حالات پڑھو، ان کی سیر تیں پڑھو اور وجہ اس کی یہ ہے کہ انسان کی یہ طبیعت ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے رہتا سہتا ہے تو اپنے کو ان ہی جیسا بنانے کی فکر و کوشش کرتا ہے، ان ہی جیسی نقل و حرکت کرتا ہے ان کی عادت کو اختیار کرتا ہے۔ چناں چہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**مُجَالَسَةُ الْحَرِيْصِ وَمُخَالَطَتُهٗ تُحَرِّكُ الْحِرْصَ وَمُجَالَسَةُ الزَّاهِدِ وَمُخَالَطَتُهٗ تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا لِاَنَّ الطِّبَاعَ مَجْبُوْلَةٌ عَلَى التَّشَبُّهِ وَالْاِقْتِدَاءِ بَلِ الطَّبْعُ يُسْرَقُ مِنَ الطَّبْعِ مِنْ حَيْثُ لَا يُدْرٰى** [۱۴]

---

[۱۲] كنز العمال: ۹۰/۳ (۵۶۳۸)، مؤسسة الرسالة

[۱۳] التوبة: ۱۱۹

[۱۴] مرقاة المفاتيح: ۳۱۴۲/۸، باب الحب في الله ومن الله، دار الفكر

حریص کی مخالطت حرص کو ابھارتی ہے اور زاہد کی ہم نشینی دنیا کی بے رغبتی پیدا کرتی ہے، کیوں کہ انسان کی طبیعت نقل واقتداء کے فطری تقاضے پر پیدا کی گئی ہے بلکہ طبیعت دوسری طبیعت کے عادات اور فضائل کو غیر شعوری اور غیر ارادی طور پر چوری کر لیتی ہے۔

اس لیے انسان جب اہلِ محبت کی صحبت میں رہے گا ان کی بابرکت مجلس میں شرکت کرے گا اور ان کی باتوں کو سنے گا تو اس کی برکت اور فیض سے اس کے اندر بھی اللہ کی محبت اور خشیت پیدا ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا ہو جائے گا، تھوڑے دن محنت اور مجاہدہ کرلے پھر تو مزے ہیں۔ کیسا لطف آتا ہے اور کیا حال ہو جاتا ہے؟ اسی کو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

میں رہتا ہوں دن رات جنّت میں گویا
مرے باغِ دل میں وہ گُل کاریاں ہیں

## محبت کیا چیز ہے؟

محبت کیا چیز ہے؟ بس وہی پیٹرول والی بات ہے کہ بغیر اس کے کار نہیں چلتی، اور جب اللہ کی محبت کا پیٹرول دل میں آجاتا ہے تو پھر سارے کام آسان ہو جاتے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

از محبت نار نورے می شود
از محبت دیو حورے می شود

از محبت تلخہائے شیریں بود
از محبت مسہا زریں بود

عشق آں شعلہ ست کہ چوں بر فروخت
ہر چہ جز معشوق باشد جملہ سوخت



ترجمہ: محبت سے نار نور بن جاتا ہے، اور محبت سے مکروہ بھی محبوب ہو جاتا ہے، محبت سے تمام تلخیاں شیریں ہو جاتی ہیں، اور محبت سے تانبا سونا ہو جاتا ہے۔ عشقِ الٰہی کا شعلہ جس دل میں روشن ہو جاتا ہے وہ عشق دل میں بجز خدا کے سب کو جلا کر خاک کر دیتا ہے۔

حق تعالیٰ کی محبت آجانے کے بعد مجاہدہ لذیذ ہو جاتا ہے، اللہ کی مرضی اپنی مرضی سے زیادہ عزیز ہو جاتی ہے، منکرات سے بچنا آسان ہو جاتا ہے ماموراتِ پر عمل کرنا سہل ہو جاتا ہے۔

## پوچھ اسماعیل علیہ السلام سے کیا لطف ہے؟

اسی پر یاد آیا کہ سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ کہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا:

يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ

برخوردار میں خواب دیکھتا ہوں کہ میں تم کو (بامرِ الٰہی) ذبح کر رہا ہوں، سو تم بھی سوچ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟

اور یہ اس لیے فرمایا کہ اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام راضی نہ ہوتے، اگر ان میں اللہ کی محبت نہ ہوتی تو ذبح کیسے کیے جاسکتے تھے۔ اس موقع پر اگر کوئی اور ہوتا تو کہتا کہ ابا جان قتل تو حرام ہے اور یہ تو خواب ہے اس کا کیا اعتبار ہے، مگر انہوں نے جو جواب دیا وہ محبت والا ہی دے سکتا ہے:

قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ

ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ (بلا تأمل) کیجیے۔

ابا جان آپ خواب کہہ رہے ہیں، آپ تو پیغمبر ہیں اس لیے آپ کا خواب بھی وحی ہوتا ہے، وحی اللہ کا حکم ہے، جو حکم دیا گیا ہے آپ اس کی تعمیل کیجیے۔ کیا اپنے آپ کو ذبح کرا دینا آسان بات ہے؟ جان کس کو پیاری نہیں ہے؟ چناں چہ نوجوان حضرات سوچیں کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ کہ ایسی زندگی پُر لطف کتنی مدت تک رہے گی لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جو جواب دیا



وہ جواب محبت رکھنے والا ہی دے سکتا ہے چناں چہ جواب دیا کہ

سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ [۱۵]

ان شاء اللہ تعالیٰ آپ مجھ کو سہار کرنے والوں میں سے دیکھیں گے۔

آپ علیہ السلام مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ چھری چلے گی، گلا کٹے گا تکلیف ہوگی مگر بھاگوں گا نہیں۔ اسی کو حضرت حاجی صاحب فرماتے ہیں ؎

لطف تن چرنے کا زکریاؑ سے پوچھ
سر کے کٹنے کا مزہ یحییٰؑ سے پوچھ

سر کو رکھ دینے کا نیچے تیغ کے
پوچھ اسماعیلؑ سے کیا لطف ہے

ارے بھائی! حکومت والے نشے کی چیزیں کھلا کر کے بینڈ بجا کر فوجیوں کو مست کر دیتے ہیں جان دینے کے لیے، بزرگوں نے فرمایا کہ اللہ اکبر کہہ کر آدمی جب جانور کو ذبح کرتا ہے تو اللہ کا نام سن کر جانور مست ہو جاتا ہے اسے پتا بھی نہیں چلتا، جسم کو تو تکلیف ہوتی ہے مگر روح مست ہو جاتی ہے اس کو احساس نہیں ہوتا۔

## دل کے بگاڑ کا نقصان

تو جب تک دل میں اللہ کی محبت غالب نہ ہو جائے اس وقت تک معاملہ مشکل معلوم ہوتا ہے، پھر دنیا کی محبت یہ تو بڑی خطرناک چیز ہے، حدیث میں فرمایا گیا:

حُبُّ الدُّنۡیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیۡئَۃٍ [۱۶]

دنیا کی محبت تمام بُرائیوں کی جڑ ہے۔

---

۱۵؎ الصّٰفّٰت:۱۰۲

۱۶؎ کنز العمال:۳/۱۹۲(۶۱۱۴)، مؤسسۃ الرسالۃ



کسی کا ترکہ کیوں مارتا ہے؟ مال کی محبت کی بنا پر۔ رشوت لیتا ہے، امانت میں خیانت کرتا ہے اور مال کی محبت کی وجہ سے چوری کرتا ہے۔ یہ سب چیزیں دل کے بگڑنے کی وجہ سے ہیں۔ میرے عزیز دوستو! اگر دل بگڑا ہوا ہے تو ساری زندگی تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔

## اصلاحِ اخلاق اصلی تصوّف ہے

اس لیے فرمایا گیا کہ دل کو بنالو، دل کو سنوار لو اسی کا نام اصلاحِ اخلاق ہے جو کہ دین کا اہم شعبہ ہے۔ کیا چیزیں دل کے اندر پیدا کرے؟ اللہ کی محبت، اللہ کی خشیت، صبر و توکل اور رضا بالقضاء یہ چیزیں ہمارے اندر پیدا ہو جائیں، اور کن چیزوں سے بچیں؟ بے جا غصہ سے بچیں، حسد کو دل سے نکالیں، نام و نمود کی خواہش کو دل سے نکالیں، اصلی تصوف تو بھائی یہی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو احکام دیے ہیں ان میں اپنی محبت کو بھی ضروری قرار دیا ہے تاکہ آسانی سے کام ہو جائے۔ محبت بھی اتنی مطلوب ہے جس سے ہم احکامِ ضروریہ کی اطاعت کر سکیں اتنی محبت فرض اور ضروری ہے۔ اب اس درجہ اگر محبت ہے تو بہت اچھا۔ نہیں ہے تو ہم لوگ اس کو حاصل کریں، جیسے کسی کو وضو نہیں آتا ہے تو وہ سیکھتا ہے، نماز نہیں آتی ہے تو نماز سیکھتا ہے اسی طرح محبت نہیں ہے تو اہلِ محبت سے سیکھنا چاہیے۔ ان ہی کو صالحین اور متقین کہا جاتا ہے۔ لوگ دنیا کی خاطر کیسی کیسی قربانیاں کرتے ہیں، ہوائی جہاز والوں سے سبق لو ہر پرواز میں جان کا خطرہ کیا نہیں ہے؟ لیکن مال کی خاطر جان کی بازی لگا دیتے ہیں، سوچو تو سہی دین کی خاطر، اخلاق و عادات کی اصلاح کی خاطر، دل کے بنانے اور سنوارنے کی خاطر، ہم کتنی قربانی دیتے ہیں؟ کتنا مجاہدہ کرتے ہیں؟ جس طرح آنکھ کی روشنی کے لیے اور دل کے امراض کے علاج کے لیے کیسی کیسی مشقتیں اٹھاتے ہیں؟ کتنے مصارف کرتے ہیں؟ اس سے زیادہ دل کی روشنی اور اس کے منور کرنے کے لیے اخلاقِ رذیلہ کے دور کرنے اور اخلاقِ حمیدہ کے حاصل کرنے میں سعی کرنی چاہیے۔



## خلاصۂ کلام

ہر شخص اپنے اپنے طور پر خود فیصلہ کرے کہ کیا حال ہو رہا ہے؟ جسمانی تکلیف ہو جائے، کوئی مرض ہو جائے تو اس کے علاج کے لیے کتنی فکر ہوتی ہے اور کتنا اہتمام ہوتا ہے؟ مگر دل میں گندے گندے اخلاق ہیں اور بُری بُری عادتیں پڑی ہوئی ہیں ان کے علاج اور اصلاح کے لیے اتنی فکر بھی نہیں ہے، ذرا سوچیے اور فکر کی بات ہے کہ جسمانی امراض کے مضرات کا تعلق تو دنیوی زندگی تک ہے اس کے علاج کا کتنا اہتمام! لیکن باطنی امراض کی خطرناکی اور نقصان کا تعلق یہاں بھی ہے اور پھر دنیا سے رحلت اور سفر کے بعد وہاں بھی اس کے بُرے نتائج ہوں گے اس کے لیے کتنی غفلت ہے؟ آج بگاڑ و فساد کی وجہ یہی ہے کہ دل بگڑے ہوئے ہیں، عادات اخلاق گندے ہیں اس لیے ان کی اصلاح کی فکر و کوشش کریں ہم لوگ، دل میں اللہ کی محبت اور اس کا خوف پیدا کریں۔ جو حدیثِ پاک پڑھی گئی ہے اس کا حاصل اور خلاصہ یہی ہے اور اس میں اسی بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی محبت اور خشیت عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ



# احکامِ ظاہری کی اہمیت

## محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

ظاہر و باطن دونوں ہی کو شریعت کے مطابق بنانے کا حکم ہی نہیں ہے بلکہ دینی نقطۂ نظر سے مومن کامل وہی ہے جس کا ظاہر بھی شریعت کے موافق ہو اور باطن بھی پابندِ شریعت ہو۔ دونوں میں سے کسی ایک کو ترجیح نہیں۔ اس سلسلے میں یہ سمجھنا کہ اصل باطن ہے اسی کی فکر کرو اہتمام کافی ہے، ظاہر میں وضع قطع وغیرہ جیسی بھی ہو کوئی حرج نہیں، یہ رجحان غیر دینی بھی اور غیر معقول بھی ہے۔

اس سلسلے میں محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کا ارشاد گرامی مشعلِ راہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر امام صاحب صرف لنگی پہنے ہوئے نماز کے وقت اپنے حجرے سے محراب مسجد کی طرف آئیں تو آپ آنے دیں گے یا یہ سمجھیں گے کہ عقل میں فتور آگیا، علاج کی فکر کیا نہیں کرنے لگیں گے؟

حالاں کہ امام صاحب کہہ رہے ہیں کہ اس طرح نماز ہو جاتی ہے مسئلہ عملاً بتلانا ہے تو ان کی بات کوئی بھی نہ مانے گا۔ نیز میرا باطن بھی بالکل ٹھیک ہے صرف ظاہر کی خرابی سے آپ لوگ کیوں گھبرا گئے۔ آپ ان کی ایک نہ سنیں گے اور سیدھے مسجد سے نکال کر دماغ کے ڈاکٹر یا پاگل خانہ لے جائیں گے۔ کیوں بھائی! ظاہر کی خرابی سے آپ کو باطن کی خرابی پر یقین آگیا اور دین کے معاملے میں ہماری ظاہری وضع قطع ظاہری صورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے خلاف ہو تو یہاں ہماری باطنی خرابی پر کیوں یقین نہیں آتا اور اس کی اصلاح کی فکر کیوں نہیں ہوتی؟ امام صاحب کے لباس اُتارنے سے تو ہم اُن کی عقل میں خرابی سمجھ لیں اور داڑھی مُنڈانے اور کتروانے سے آج ایمان کی خرابی اور کمزوری کیوں سمجھ میں نہیں آتی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھوں کے کٹانے اور داڑھی بڑھانے کا حکم فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقدر ایک مشت طول و عرض میں رکھی۔

(مجالسِ ابرار)

# متعلقین کی اصلاح کا نسخہ

گھریلو ماحول کے بگاڑ اور گھر والوں کی بے دینی کا معاملہ ایک وبائی صورت اختیار کرتا جارہا ہے، جن کا رُجحان دین کی طرف ہوتا ہے ان کو احساس زیادہ ہوتا ہے، اور یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ گھر کے ماحول کے بناؤ اور بگاڑ کے نتائج بڑے دُور رس اور گہرے ہوتے ہیں، بڑی حد تک بچوں کے اخلاق واعمال اور ان کی سیرت وعادات میں بھی مؤثر ہوتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک انسان پر اپنی اولاد اور متعلقین کی جسمانی ضروریات اور ان کی بیماری کے علاج کا انتظام ضروری ہے تو اسی کے ساتھ ان کی تعلیم وتربیت اور اصلاح کی فکر و کوشش کرنا یہ بھی ضروری ہے۔ اس سلسلے میں محی السنۃ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کا گھریلو اصلاح کے مجوزہ نظام کو اپنایا جاوے، ان شاءاللہ! اس کے مفید نتائج مرتب ہوں گے:

۱) اپنے بچوں کو پہلے صحت کے ساتھ قرآنِ پاک اور ضروری عقائد واحکام کی دینی کتابیں پڑھائیں۔

۲) سنّت کے موافق اپنی اور اپنے متعلقین کی زندگی ڈھالنے کی کوشش کریں۔

۳) دینی امور میں اپنی بیوی بچّوں کی کوتاہی پر فہمایش اور اظہارِ ناراضگی کریں اور پھر نہ مانیں تو ذرا سختی سے فہمایش کریں اس پر بھی اثر نہ ہو تو ان کی پوری اطلاع کسی بزرگ سے کرکے اصلاحِ طریقہ معلوم کریں اور اس پر عمل کریں۔

۴) اپنی اور اپنے متعلقین کی اصلاحِ حال کی برابر دُعا کرتے رہیں اور بزرگوں سے اس کی فرمایش کرتے رہیں۔

۵) گھر والوں کو کسی وقت اکابر اہل اللہ کی کتابیں سنائیں بالخصوص حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ کے مواعظ اور ملفوظات وغیرہ جو اصلاح کے لیے نسخۂ کیمیا ہے۔

۶) کم از کم ہر ہفتہ کسی معتبر عالم کا وعظ سنوایا کریں۔

۷) اپنے محلہ یا بستی میں دینی مذاکرہ کا انتظام ہو تو پردے کے اہتمام کے ساتھ اپنے بیوی بچوں کو بھیجیں۔

(تفصیل کے لیے اشرف النظام دیکھیے)



## اپنی اور متعلقین کی اصلاح کی خاص اہمیت

اپنے متعلقین اور ماتحتوں کی اصلاح و تربیت کرنا بھی فرض ہے۔ چناں چہ بعض لوگوں کو اس کی فکر ہے اور اسی جذبے کے تحت بعض اپنے بچوں کو دینی ادارے میں تعلیم دلاتے ہیں مگر خود اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی اصلاح سے غافل ہیں۔ ایسے حضرات کے بچوں کی اصلاح بہت دشوار ہوتی ہے، کیوں کہ بچّے ہمہ وقت اپنے دینی مدرسہ وادارہ کے خلاف اپنے گھر والوں کو دیکھتے ہیں اس سے ان کی قوتِ عمل کمزور ہو جاتی ہے جس سے دینی امور پر ان کو عمل کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ دینی مدرسہ کی ہدایات اور پابندیاں بھی کارگر نہیں ہوتیں۔

اس سے زیادہ خطرناک حالت وہ ہے کہ ان بچّوں کو ہدایاتِ مدرسہ کے خلاف گھر پر عمل کرایا جائے مثلاً سینما یا تھیٹر یا ٹیلی ویژن وغیرہ دکھایا جائے، یا برادری کی خلافِ شرع تقریبوں میں شریک کیا جائے یا پتنگ بازی، آتش بازی کے لیے پیسے دیے جائیں، یا گھر میں ان کی موجودگی میں باجا بجایا جائے، باجا اور تماشا ویسے بھی جرم اور حرام ہے مگر بچوں کو سنوانا ان کو دینی اعتبار سے افیون اور سنکھیا کھلانا ہے، اس لیے ایسے حضرات کو اپنی اور اپنے گھر والوں کی اصلاح کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔

(ماخوذ از اشرف الاصلاح)

## بدگمانی کا ضرر اور اس کا علاج

بدگمانی سے بڑے فتنے پیدا ہوتے ہیں، اس لیے شریعت نے بدگمانی کو حرام قرار دیا ہے، بدگمانی سے بچنے کے لیے اکابر کا یہ ملفوظ یاد رکھیے کہ ہر نیک گمان پر بدون دلیل ثواب ملے گا، کیوں کہ مومن کے ساتھ نیک گمان کا حکم شریعت میں موجود ہے اور ہر بدگمانی پر قیامت کے دن دلیل پیش کرنا پڑے گی تو خواہ مخواہ کیوں مواخذہ کی آفت خریدے۔ اور حُسنِ ظن سے محبت اور تعلقات میں مضبوطی رہتی ہے جس سے اجتماعی کاموں میں بڑی مدد ملتی ہے اور بدگمانی سے افتراق اور اختلاف پیدا ہوتا ہے جس سے اجتماعی طاقت پاش پاش ہو جاتی ہے



اور ناقابلِ تلافی نقصان بدوں کسی حقیقت کے محض بدگمانی سے دین کو پہنچ جاتا ہے اور یہ تمام وبال بدگمانی کرنے والے کی گردن پر ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپس میں بدون شرعی دلیل ہرگز بدگمانی اور غیبت نہ کرنی چاہیے اس سے نہایت راحت اور پُرسکون زندگی عطا ہوتی ہے اور فراغِ قلب سے دین کی خدمت کا موقع ملتا ہے۔

(مجالسِ ابرار)

## اصلاحِ منکرات کی اہمیت

اسلامی نقطۂ نظر سے انسانی زندگی کے دو مقصد ہیں: ایک صلاح، دوسرے اصلاح۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ صرف اپنے کو صالح بنانے سے ذمہ داریاں ختم نہیں ہو جاتیں بلکہ دوسروں کو صالح بنانے کی فکر و کوشش کرنا یہ بھی ضروری ہے، اور اس میں دو کام ہیں: اچھائیوں کو پھیلانا، بُرائیوں کو روکنا۔ یہ دونوں دعوتِ تبلیغ کے بنیادی رُکن ہیں، دونوں ہی اپنی جگہ اہم ہیں، ان میں سے کوئی ایک مقصود ہو اور دوسرا غیر مقصود ہو ایسا نہیں بلکہ دونوں ہی مقصود بالذات ہیں، جس طرح جسم کے طبعی نظام اور اس کی صحت کے برقرار رہنے کے لیے اگر مناسب غذا ضروری ہے تو اسی کے ساتھ مضرِ صحت چیزوں سے بچنا ضروری ہے کیوں کہ عمدہ اور مقوی غذاؤں کے استعمال کے ساتھ بے احتیاطی و بدپرہیزی کرنے سے نہ تو جسم کی صحت باقی رہے گی نہ ہی امراض سے حفاظت ہوگی۔ ٹھیک اسی طرح صحیح ایمانی زندگی اور اس کی دعوت کے لیے امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر بھی ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ نے اِس مسئلے میں دونوں ہی کاموں کو اِنفرادی و اجتماعی حیثیتوں سے کرنے کا حکم دیا ہے، اور کسی ایک رُکن کے چھوڑنے پر ظاہر ہے نہ تو دعوتی کام کی پورے طور پر تکمیل ہوگی نہ ہی اُمتِ مسلمہ اس فریضے کی ادائیگی سے پورے طور پر سبکدوش ہوگی اور ایسی صورت میں اس کے مقاصد بھی پورے حاصل نہیں ہوسکتے۔ آج جب کہ اچھائیوں کی



اشاعت اور اس کی دعوت کا کام مختلف انداز سے ہو رہا ہے جس کی افادیت اپنی جگہ پر مسلَّم ہے اس کے بالمقابل جماعتی حیثیت سے بُرائیوں سے روکنے کا کام نہ ہونے کے درجے میں ہے جو کہ افسوس ناک بھی ہے اور خطرناک بھی ہے۔ چناں چہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور وہ جماعت و قوم باوجود قدرت کے اس شخص کو اس گناہ سے نہیں روکتی تو ان پر مرنے سے پہلے دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب مسلط ہو جاتا ہے۔ آج جب کہ تہذیب کے نام سے قدم قدم پر ایمان واخلاق واعمال کو برباد کرنے والی چیزیں جیسے سینما، ٹیلی ویژن اور تصاویر والے اخبار ورسائل وکتب وغیرہ موجود ہیں کہ ان کے زہریلے جراثیم پورے معاشرے میں پھیل رہے ہیں جس کی بنا پر منکرات مرغوبات ہوتے جارہے ہیں، ایسے نازک موقع پر اس کی اہمیت میں صرف اضافہ ہی نہیں ہو جاتا بلکہ اس سلسلے میں ذرا سی غفلت سے نتائج خطرناک صورت میں ظاہر ہوں گے، اس لیے امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر کو بھی جماعتی حیثیت سے کرنے کی ضرورت ہے، اور یہ کام شرعی حیثیت سے فرض کفایہ ہے، بعض لوگوں کے عمل کرنے سے سب کے ذمّہ سے فریضہ ساقط ہو جاتا ہے جیسے نمازِ جنازہ چند لوگوں کے پڑھ لینے سے سب کے ذمہ سے فرض ادا ہو جاتا ہے یہی حکم اس کا بھی ہے کہ ہر بستی میں بُرائیوں سے روک ٹوک کا کام ہونا فرض کفایہ اور ضروری ہے، اگر کوئی نہ کرے گا تو اس جگہ کے سب لوگ تارکِ فرض اور گناہ گار ہوں گے۔

(تفصیل کے لیے اشرف الہدایات لاصلاح المنکرات دیکھیے۔)

## ایک اللہ والے کی عجیب وغریب نصیحت

حضرتِ اقدس حاجی محمّد شریف صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ خلیفہ مجاز حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمّد اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

زندگی گزارنے کا طریقہ کتاب (قرآن) اور سنّت کا اِتباع ہے، اللہ تعالیٰ کی طلب



میں بے چین رہنا چاہیے۔ اُن ہی کی دُھن اُن ہی کا دھیان، بس یہی دین ہے، کسبِ دنیا ناجائز نہیں مگر دل اُدھر ہی لگا رہنا چاہیے۔ ہر سانس ایک بیش قیمت جواہر اور گویا بھرپور خزانہ ہے جس سے اَبدی سعادت حاصل ہو سکتی ہے، اور جب عمر پوری ہو گی تو آخرت کی تجارت ختم ہو گی، وقت کو خدا کی نعمت سمجھ کر اس کی قدر کرنا چاہیے۔ آنکھ بند ہوتے ہی وقت ضایع کرنے کا پتا چل جائے گا۔ پھر حسرت ہو گی، مگر یہ حسرت کام نہ آئے گی۔ پھر دارالحساب ہو گا وہاں عمل نہیں۔ اب ہم دارالعمل میں ہیں اُس حساب کی تیاری کر لینا چاہیے۔ تمام تحقیقات و تدقیقات دھری رہ جائیں گی۔ جس نے سب غموں کو ایک غم بنالیا اور وہ ہے غمِ آخرت تو اللہ تعالیٰ اس کے دُنیاوی غموں کے لیے بھی کافی ہو جاتے ہیں، اور جس نے سب غموں کو اپنے اوپر سوار کر لیا، حق تعالیٰ کو کوئی پروا نہیں کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتا ہے۔





ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ انسان کے جسم میں ایک عضو ہے، اگر وہ صحیح ہے تو سارے جسم سے اچھے اعمال صادر ہوں گے اور اگر وہ بگڑ گیا تو جسم سے بھی اعمالِ بد کا صدور ہوگا، اور جسم کا وہ عضو دل ہے۔ جس طرح جسمانی لحاظ سے دل صحت مند ہوگا تو جسم بھی صحت مند رہے گا اور اگر دل بیمار ہوگیا تو جسم پر بھی اس کا بُرا اثر پڑے گا۔ اسی طرح اگر دل روحانی اعتبار سے بیمار ہو تو اس سے بُرے اعمال کا صدور ہوتا ہے اور دل نیک ہو تو پاکیزہ اور روحانی اعمال صادر ہوتے ہیں۔

شیخ المشائخ عارف باللہ محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ ''اصلاح باطن کی اہمیت'' میں دل کی بیماریوں اور اس کے نقصانات کے بارے میں نہایت عام فہم اور پُرکشش انداز میں بیان فرمایا ہے۔ اور دل کی روحانی بیماریوں کا علاج کون کرسکتا ہے اور کیسے ہوتا ہے اس بارے میں بھی مفصل بیان فرمایا ہے تاکہ خراب جلد از جلد بھلا چنگا ہوجائے اور سارے جسم سے نیک اعمال کا صدور ہو۔





ناشر

کتب خانہ مظہری